اسلام کا تصور جہاد اور علامہ اقبال
(کشمیر و فلسطین کے تناظر میں)

ڈاکٹر محمد سرفراز خالد☆

Abstract

The article intorduces " The Islamic Concept of Jihad and the ideologies of Allama Iqbal"Jihad has great importance in the teaching of Islam . some jurists count it in the basic or fundamental pillars of Islam . The critics and orientalists have misconceptions about Jihad and confuse it with terrorism . Actually the Jihad is lexicographically " Holy Struggle " for the welfare of humanity and enforcement of divine Islamic Laws . Allama Dr. Muhammad Iqbal was true Muslim Scholar and magnanimous knowledge regarding Islamic Faith. In his poetry and prose , he emphasized the Muslims that they should serve their lives in accordance with the Teachings of Islam and perform Jihad , so that they become prosper and progressive . In this article various aspects of jihad have been explored so that the concept of jihad becomes authenticated and the freedom fight in Kashmir and Palestine be justified . The ideas of Allma Iqbal in the shape of verse and prose have also been presented as parallel which shows the erudition and elevation of ideologies of Allama Muhammad Iqbal.

ربُ العالمین نے اپنے محبوب رسول ﷺ کو دنیا میں دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تا کہ اسلام کو تمام سابقہ ادیان پر غلبہ حاصل ہو جائے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ(۱)

وہی اللہ ہے۔ جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔ خواہ (یہ بات) مشرکوں کو گراں ہی گزرے۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر جی، سی یونیورسٹی، لاہور

نبی مکرم ﷺ نے دین اسلام کی سربلندی کے لیے شب و روز کوشش کی اور اسے اس کے منطقی انجام تک پہنچایا۔ خطبہ حجۃ الوداع کے دوران آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام صحیح طور پر آپ لوگوں تک پہنچا دیا۔ سب نے اس کی تصدیق فرمائی۔ اس پر آپؐ نے لوگوں سے اس بات پر گواہ رہنے کا حلف لیا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کو بھی صحابہ کرامؓ کے اس عہد پر گواہ ٹھہرایا تو اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی تکمیل اور آپ ﷺ پر اپنی تمام نعمتوں کی انتہا عطا کرنے کی خوش خبری سنائی:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا(۲)

’’آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین پسند کر لیا‘‘

جہاد کو دینِ اسلام میں بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے، حتٰی کہ بعض لوگ جہاد کو ارکانِ اسلام میں ہی شمار کرتے ہیں۔ جہاد کے لغوی معنی تو کوشش اور جدوجہد کے ہیں۔ لیکن اصطلاحی طور پر ہر وہ کوشش جو دین اسلام کی حفاظت، سربلندی اور ترویج واشاعت کے لیے کی جائے اور اس کا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہو اُسے جہاد ہی کہا جائے گا۔ لہذا اس کے لیے موزوں ترین لفظ ’’جہاد فی سبیل اللہ‘‘ ہے۔ انگریزی زبان میں جہاد کے لیے Holy War کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جو اس کے حقیقی مفہوم کو واضح نہیں کرتے۔ لہذا جہاد کے لیے زیادہ موزوں لفظ Holy Struggle ہے۔ جہاد انسانی زندگی میں مومن کے ہر معاملہ کا احاطہ کیے ہوئے ہے لہذا مومن کا ہر عمل جو اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے وہ جہاد کے زُمرہ میں شمار ہوگا۔

مفکرینِ اسلام قرآن وحدیث کی روشنی میں جہاد کی مختلف اقسام بیان کرتے ہیں مثلاً: جہاد بالمال، جہاد بالسیف، جہاد بالقول، جہاد بالقلم اور جہاد بالنفس (جہاد اکبر: نفس کے خلاف)۔ اسی طرح مظلوموں کی امداد، فتنہ وفساد کے خاتمہ، باغیوں اور لیٹروں کے خاتمے، عہد شکن دشمن کے خلاف، اپنے حق کی حفاظت اور جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے کو بھی جہاد میں شمار کیا جاتا ہے۔

جہاد اور جنگ میں فرق

اسلام اور جہاد کے مخالفین خصوصاً مستشرقین جہاد اور جنگ کو برابر تصور کرتے ہوئے ان کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتے حالانکہ جہاد ایک اعلیٰ و ارفع حیثیت رکھتا ہے اور اس کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔ ذیل میں جہاد اور جنگ میں فرق کو چند نکات کے ذریعے واضح کرنے کی کوشش کیگئی ہے:

ا۔ جہاد ایک خالص اسلامی اصطلاح ہے اور اس مقصد دین اسلام کی سربلندی اور اعلائے کلمۂ حق کے

لیے جدو جہد کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ جنگ ایک عام لفظ ہے اور ہر قسم کی لڑائی کے لیے استعمال ہو سکتا ہے۔

۲۔ جہاد میں انسان کی ذاتی خواہشات کا عمل دخل نہیں ہوتا اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں کیا جاتا ہے، جبکہ جنگ عموماً ذاتی خواہشات کی تکمیل اور اپنی اَنا کی تسکین کے لیے کی جاتی ہے۔ اور دوسروں کو اپنے زیرِ نگیں کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔

۳۔ اسلامی تعلیمات میں جہاد مستحسن عمل قرار دیا گیا ہے، جبکہ جنگ کو مکروہ اور ناپسندیدہ تصور کیا جاتا ہے۔ بلکہ شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے۔(۳)

۴۔ جہاد کا مقصد مظلوموں کی مدد اور عدل وانصاف کی فراہمی ہے جس سے ایک فلاحی معاشرہ کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جبکہ جنگ عموماً وسعتِ سلطنت اور مخالفین کے مالی وسائل اور معدنی ذخائر پر قبضہ حاصل کرنے کی غرض سے مسلط کی جاتی ہے۔

۵۔ جہاد کا نتیجہ امن وسلامتی اور خوشحالی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جبکہ جنگ کا خاتمہ تباہی وبربادی اور طوفانِ بدتمیزی کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

۶۔ جہاد سے پہلے مومن دوسرے فریق کو دعوت قبولِ اسلام دیتا ہے اور اگر دشمن اسلام قبول کر لے تو فاتح ومفتوح آپس میں اسلامی بھائی بن جاتے ہیں، قتال کی نوبت نہیں آتی اور مفتوح کو برابری کی بنیاد پر تمام حقوق حاصل ہو جاتے ہیں جبکہ جنگ میں فریقِ مخالف کے سرِ تسلیم خم کرنے کے باوجود اُسے غلام اور قیدی بنالیا جاتا اور اس پر ہر قسم کا ظلم وستم روا رکھا جاتا ہے۔

۷۔ جہاد انسان کی پوری زندگی پر حاوی ہوتا ہے جبکہ جنگ عارضی اور وقتی لڑائی ہوتی ہے جو انسانی قتل وغارت اور اموال واملاک کی تباہی وبربادی پر محیط ہوتی ہے۔

علامہ اقبال اور تصور جہاد:

حکیم الاُمت علامہ اقبالؒ کا شمار دنیا کے اُن عظیم مفکرین اور شعراء میں ہوتا ہے جنہوں نے قوم کے اندر جوش وجذبہ، حبُ الوطنی، ایمان واخلاص کی شمع فروزاں کی۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے آپ کو ''دانائے راز'' اور ''شاعرِ مشرق'' کے القابات سے نوازا گیا۔ آپ کی تحریروں اور شاعری سے اس بات کی عکاسی ہوتی ہے کہ آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور آپ دینِ اسلام کی اصل روح سے آشنا تھے۔ آپ کے اکثر شعر قرآن وحدیث سے ماخوذ نظر آتے ہیں۔

''علامہ محمد اقبالؒ عمر بھر قرآن حکیم کا عمیق اور بنظرِ غائر مطالعہ کرتے رہے انہوں نے اپنی زندگی

قرآن کے مطالعے کے لیے وقف کر رکھی تھی اور وہ ایک تفسیر بھی لکھنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے یورپ اور مصر سے کئی کتابیں بھی منگوا لیں تھیں وہ اس کتاب کو The Reconstruction Of Muslim Jurisprudence کے نام سے موسوم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس کتاب پر کام بھی شروع کر دیا تھا، لیکن گرتی ہوئی صحت کے پیش نظران کو یہ کام ترک کرنا پڑا۔ افسوس کہ آنے والی نسلیں محمد اقبالؒ کے قرآن حکیم کے گہرے مطالعے اور غور وفکر سے استفادہ نہیں کر سکیں۔ وہ خود کہا کرتے تھے'' اگر میں نے اس کتاب کو مکمل کر لیا تو میں پورے اطمینان سے ساتھ مروں گا''(۴)

ان کے دل میں عشق رسول کا یہ عالم تھا کہ پیغام رسالت کی ترویج واشاعت کو جزو ایمان تصور کرتے اور اس کے نور سے نہ صرف بذاتِ خود زمانے کو جگمگانے کی بھرپور جدوجہد کی بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تقلید کرنے کی تلقین کی۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کردے
ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خُم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہَ افلاک کا اِستادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے (۵)

مفکرِ اسلام علامہ اقبالؒ قوم کو اس کا حقیقی تشخص یاد دلاتے ہیں کہ بحیثیت مسلمان ہم اُمتِ وحدہ ہیں، جسے اسلام نے ایک دیوار کی مانند قرار دیا ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط بناتی ہے۔ لہذا اس رشتہ کی بنیاد پر ہمیں باہمی اخوت اور ہمدردی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

'' مسلمانوں اور دوسری قوموں میں اصولی فرق یہ ہے کہ قومیت کا اسلامی تصور دوسری اقوام سے بالکل مختلف ہے۔ ہماری قومیت کا اصل اصول نہ اشتراکِ زبان ہے، نہ اشتراکِ وطن، نہ اشتراکِ اغراض اقتصادی بلکہ ہم لوگ اس برادری میں جو رسالت مآب ﷺ نے قائم فرمائی تھی، اس لیے شریک ہیں کہ

مظاہر کائنات کے متعلق ہم سب کے معتقدات کا سرچشمہ ایک ہے۔(۶)

یہی تمام خیالات کس خوبصورتی سے اقبالؒ نے ایک شعر میں سمو دیے ہیں:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی (۷)

علامہ اقبالؒ مسلمانوں کے اندر اسلام کی حقیقی روح بیدار کرنا چاہتے تھے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں نظر آتی ہے اور ایسے عظیم افراد کے اندر ایک اچھے مسلمان کے اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی بُرہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان (۸)

اقبالؒ کو اس بات پر بڑا ناز تھا کہ وہ جن افکار اور نظریات کو مسلمانوں کے اندر موجزن دیکھنا چاہتے ہیں اُن کے اثرات اُنہیں نمایاں نظر آتے ہیں جس کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کے ہزار بار شکرگزار ہیں:

ہزار شکر، طبیعت ہے ریزہ کار مری
ہزار شکر نہیں ہے دماغ فتنہ تراش
مرے سخن سے دلوں کی ہیں کھیتیاں سرسبز
جہاں میں ہوں مَیں مثالِ سحاب دریا پاش (۹)

اخیر عمر میں انہیں اس قوم کی فلاح کا احساس شدت سے تھا اور متفکر رہتے تھے کہ جس اخلاص اور محبت سے قوم کی اصلاح کی فکر انہیں دامن گیر ہے شاید یہ سعادت کسی اور کے حصہ میں نہ آئے۔ ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء وفات سے تقریباً نصف گھنٹہ قبل یہ رباعی پڑھی۔

سرود رفتہ باز آید کہ ناید
نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سرآمد روزگار ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

(کیا) خبر چلا جانے والا نغمہ واپس آئے یا نہ آئے، حجاز سے کوئی جھونکا آئے یا نہ آئے اس فقیر کا دور تو ختم ہوا نجانے کوئی دانائے راز آئے یا نہ آئے (۱۰)

یقیناً آج ہم دیکھتے ہیں کہ جو درد اور احساس اقبال کے دل میں تھا کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا۔ ان کے افکار و نظریات مسلم قوم کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں جس کی مدد سے منزل کا صحیح تعین ممکن ہو سکتا ہے۔ آپ کے افکار قرآن و حدیث کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ زبانی اقرارِ ایمان کے ساتھ ساتھ اس کی تصدیق بالقلب بھی ہونی چاہیے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں (۱۱)

ہر واعظ اور مقرر اپنی تحریر و تقریر میں حُسن اور جوش و جذبہ پیدا کرنے کے لیے کلامِ اقبال کا سہارا حاصل کرتا ہے۔ کلامِ اقبال کی اس قدر پذیرائی دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اقبالؒ نے یہ شعر خود اپنے بارے میں ہی کہا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نُوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وَر پیدا (۱۱)

اسلام کے تصورِ جہاد کو مختلف عنوانات سے افکار اقبال کی روشنی میں جاننے اور سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(الف) فرضیت جہاد:

قرآن حکیم میں ۲۸ آیات میں جہاد کی تلقین کی گئی ہے۔ کسی مقام پر جہاد اور کہیں قتال کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو کہ جنگ کا مترادف ہے۔

وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۳)

’’اور جہاد کرو (کافروں سے) اپنے جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو‘‘

كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۱۴)

’’ فرض کیا گیا ہے تم پر جہاد اور وہ تمہیں ناپسند ہے اور ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کو تم ناپسند کرو حالانکہ وہ

شے تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔ اور (حقیقت حال) اللہ ہی جانتا ہے تم نہیں جانتے'' (تفسیر ضیاء القرآن)

اسلام میں '' قتال'' ایک نیک مقصد کے لیے کیا جاتا ہے یعنی پوری دنیا میں فتنہ پردازوں کو ختم کرنا اور امن وسلامتی کا قیام کرنا۔ اس لیے قتال کو نیک کوشش یعنی جہاد کا نام دیا گیا ہے۔ اسلام کا جہاد '' فی سبیل اللہ '' ہے محض اللہ کی رضا کی خاطر ہے اور ذاتی اغراض سے بالاتر ہے۔ قتال اگر چہ میدان جنگ میں ہوتا ہے، لیکن اللہ پاک نے اپنی رحمت سے مجاہد کے تمام اعمال کو جب وہ قتال کی خاطر گھر سے روانہ ہوتا ہے، پھر قتال کرتا ہے یا کسی وجہ سے قتال کی نوبت نہیں آتی اور وہ رباط یعنی سرحدوں کی حفاظت کرتا رہتا ہے، حتی کہ جب تک وہ واپس گھر تک نہیں پہنچ جاتا اس کے تمام اعمال کو جہاد ہی قرار دیا ہے۔ (۱۵)

علامہ اقبالؒ اس مفہوم کی بھرپور عکاسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

عالَم ہے فقط مومنِ جاں باز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے (۱۶)

اور میدان جنگ سے غازی کی صورت میں پلٹنے والوں کی عظمت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

یہ غازی، یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خُدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحراء و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی (۱۷)

مجاہدینِ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں میں شمار کیا ہے اور جو دل وجان سے جہاد کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں اور ان کے لیے آسانیاں پیدا فرماتا ہے تاکہ تمام امور کی انجام دہی برضا ورغبت ممکن ہو سکے۔

وَ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِی الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (۱۸)

''اور اللہ کی راہ مین جہاد کرو جیسا کہ حق ہے جہاد کرنے کا، اس نے تمہیں برگزیدہ کرلیا اور دین میں تم پر کچھ تنگی نہ رکھی''

علامہ اقبالؒ قوم کے جوانوں کو جہدِ مسلسل کی ترغیب دیتے ہوئے اسے قوموں کی ایسی زندگی سے تعبیر کرتے ہیں جو صبح وشام انقلابات زمانہ سے عبارت ہو۔

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمم کی حیات، کشمکشِ انقلاب (۱۹)

اور جہاد سے روگردانی، عدم توجہی اور کاہلی کا مظاہرہ کرنے والے لوگ علامہ اقبالؒ کو ایک آنکھ نہیں بھاتے اور انہیں قوم کے لیے بوجھ قرار دیتے ہوئے فوری سزائے موت کا مستحق گردانتے ہیں:

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات (۲۰)

مسلمانوں خصوصاً مجاہدین کو ہر وقت مستعد اور ہوشیار رہنا چاہیے اور جانے انجانے دشمن کے مقابلہ کے لیے اپنی طرف سے سامانِ حرب تیار رکھنا چاہیے اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ راہ جہاد میں کیے جانے والے خرچ کا بہترین نعم البدل عطا فرمائے گا۔

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (۲۱)

''اور (اے مسلمانو) ان کے لیے تیار رکھو (ہتھیاروں کی) قوت سے، جس قدر تم میں استطاعت ہو اور گھوڑوں کے باندھنے سے، ان سے تم دھاک بٹھاؤ اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن پر اور ان کے سوا دوسروں پر جنہیں تم نہیں جانتے اور اللہ انہیں جانتا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں تم جو کچھ خرچ کرو گے (اس کا اجر) تمہیں پورا پورا دیا جائے گا۔ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا''

اقبالؒ مسلمانوں میں یہی جوش و جذبہ ابھارنے اور جہاد کی شمع ان کے سینوں میں فروزاں کرنے کے لیے فرماتے ہیں۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری (۲۲)

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا (۲۲)

مسلم خوابیدہ اٹھ، ہنگامہ آرا تو بھی ہو

وہ چمک اٹھا افق ، گرمِ تقاضا تو بھی ہو (۲۴)

ب:۔ مجاہد کی عظمت:

مجاہدینِ اسلام جو دینِ حق کی سربلندی کے لیے دنیا کی تمام نعمتوں کو پسِ پشت ڈال کر میدان کارزار میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور جان و مال سے جہاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اپنے گھروں میں موجود رہ کر ذکر و اذکار کرنے والوں پر انہیں فضیلت عطا کرتا ہے:

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً(۲۵)

"بلاعذر (جہاد سے) پیچھے رہنے والے مسلمان اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے جان و مال سے (کافروں کے ساتھ) جہاد کرنے والے برابر نہیں ۔ اللہ نے اپنے مال و جان کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر درجے میں فضیلت دی"

اقبالؒ نے بھی اسی نظریئے کو پیش کیا ہے کہ بظاہر دونوں کے اعمال ایک جیسے ہونے کے باوجود اُن کے اثرات وقبولیت میں بہت فرق ہوتا ہے کیونکہ مجاہد کا ہر عمل جوش و جذبہ اور اخلاص سے بھرپور ہوتا ہے۔

الفاظ و معنی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلّا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور (۲۶)

مجاہد اللہ پر توکل رکھتے ہوئے جب اپنے تن من دھن سے جہاد کرتا ہے تو اس کے لیے مادی اسباب اور ذرائع کی کوئی اہمیت نہیں رہتی اور اکثر ایسے ہوتا ہے کہ کافر اسباب اور ذرائع پر انحصار کے باوجود بزدلی کا مظاہرہ کرتا اور شکست سے دوچار ہوتا ہے اور مجاہد اسلام بے سروسامانی کے باوجود غلبہ حاصل کر لیتا ہے اور فتح وکامرانی اس کے قدم چومتی ہے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں توکل علی اللہ رکھنے والے کو اپنی طرف سے مدد کی یقین دہانی کراتا ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ(۲۷)

"اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے"

علامہ اقبالؒ اس مفہوم کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی (۲۸)

ایک دوسرے مقام پر اپنے اس موقف کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں کہ توکل سے مراد یہ نہیں کہ انسان بالکل ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے ، بلکہ حتی الوسع اسباب کو بروئے کار لا کر دل جمعی سے کوشش کی جانی چاہیے اور پھر نتائج کے لیے اللہ پر توکل کرے۔

یقین محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مَردوں کی شمشیریں (۲۹)

ج:۔ فضیلتِ شہادت:

وہ مومن جو راہِ خدا میں کفار کے مد مقابل ہوتے ہیں ان کے لیے لازم ہے کہ جوانمردی سے دشمن کا مقابلہ کریں کیونکہ مومن کے شایان شان نہیں کہ قتالِ کفار میں اپنی پیٹھ پھیر لے یا پسپائی اختیار کرے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ (۳۰)

''اے ایمان والو! جب (میدان) جنگ میں کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو''

اقبال مردِ مجاہد کو شاہین سے تشبیہ دیتے ہوئے پروازِ مسلسل کا درس دیتے ہیں کہ عزم و ہمت کے سامنے تمام مشکلات کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔

شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تُو تو نہیں خطرۂ اُفتاد (۳۱)

ایسے تمام مجاہدینِ اسلام جو جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی بہترین کارگردگی کی بنا پر انہیں جنت کی بشارت دیتا ہے اور یقیناً یہ گھاٹے یا خسارے کا سودا نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ (۳۲)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جان و مال کو ان کے لیے جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور شہید کیے جاتے ہیں''

اقبالؒ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے میدان کارزار میں مردِ مجاہد کی سب سے عزیز متاع اور مقصودِ حیات شہادت قرار دیتے ہیں۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی (۳۳)

شہادت ایک ایسی کیفیت ہے جسے صرف شہید ہی محسوس کرسکتے ہیں بظاہر جسم کے ٹکڑے ہوں اور سانس اور دل کی دھڑکن بند ہوں، مگر اللہ تعالیٰ ان کو زندہ قرار دے رہا ہے جنہیں وہ کھلاتا ہے بھی ہے اور پلاتا بھی۔ عامۃ الناس بصد کوشش کے بھی اس راز کو نہیں پاسکتے۔

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ(۳۴)

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں شعور نہیں''

ایک دوسرے مقام پر شہداء کے کھانے پینے اور اس عطائے ربانی پر شہداء کے خوش وخرم ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرماتا ہے۔

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًابَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (۳۵)

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گیے انہیں ہرگز مُردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ وہ خوش ہیں اس پر جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دیا اور اپنے پچھلوں کے متعلق جو ابھی ان سے نہیں ملے یہ بشارت پاکرخوش ہوتے ہیں کہ ان پر (بھی) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے''

علامہ اقبالؒ نے اپنے متعدد اشعار میں اس حقیقت کو واضح کرنے کی سعی کی ہے کہ بظاہر موت، انسانی حیات کا اختتام نہیں ہے۔

موت کے ہاتھوں سے مٹ سکتا اگر نقشِ حیات
عام یوں اس کو نہ کر دیتا نظامِ کائنات (۳۶)

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی (۳۷)

یہی وجہ ہے کہ حدیث رسول ﷺ کے مفہوم کے مطابق جنت میں داخل ہونیکے بعد اور جنت کے انعام واکرام حاصل کرنے کے بعد کوئی شخص یہ نہیں چاہے گا کہ وہ دنیا میں واپس لوٹ جائے، خواہ اسے دنیا بھر کی

نعمتوں سے نواز دیا جائے، سوائے شہید کے۔ وہ اس کی خواہش کرے گا کہ بار بار دنیا میں لوٹایا جائے اور ہر بار وہ شہید کیا جائے۔ کیونکہ وہ شہادت فی سبیل اللہ کا مزہ چکھ چکا ہوگا اور شہید کو ملنے والی فضیلت دیکھ چکا ہوگا۔

شہداء کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں انبیاء کرام، صدیقین اور صالحین کے زُمرہ میں شمار کیا ہے جو رب کائنات کی طرف سے انعام یافتہ طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا(۳۸)

''اور جو اللہ اور (اس کے) رسولؐ کی فرمابرداری کرے تو وہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا جو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں۔ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں''

اقبالؒ نے شہداء کی عظمت و رفعت کا اظہار مختلف اشعار میں کیا ہے ایک شعر میں حضرت انسان کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر یوں گویا ہوتے ہیں۔

مرے خاک و خون سے تو نے یہ جہاں کیا ہے پیدا
صلۂ شہید کیا ہے، تب و تابِ جاودانہ (۳۹)

د:۔ تائیدِ ایزدی:

اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں کی خوش خبری دی جارہی ہے تا کہ وہ میدان کارزار میں دل جمعی سے دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کریں اور اپنے دل میں اللہ کی مدد ونُصرت کا یقین رکھیں:

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ(۴۰)

''لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے۔ انہوں نے (کافروں سے) اپنے مال وجان کے ساتھ جہاد کیا، اور انہی کے لیے سب بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے جنتیں تیار کی ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے''

اقبالؒ مسلمانوں کا جذبہ جہاد اُبھارتے ہوئے انہیں سمجھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدد فرماتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ اور جُہد مسلسل کے بعد اس کا نتیجہ اللہ کی ذات پر چھوڑ دیتے ہیں۔

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
کمالِ صدق و مروت ہے زندگی ان کی
معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں (۴۱)

ایمان واخلاص کے ساتھ جہاد کیا جائے تو مومن کے اندر جو جوش و جذبہ پیدا ہوتا ہے، وہ نا قابل تسخیر ہوتا ہے اور مجاہد تائید خداوندی سے اُپنے سے کئی گنا قوت پر غالب آ جاتا ہے۔

اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (۴۲)

''اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں وہ دوسو پر غالب آ جائیں گے اور تم میں سے ایک سو ہوں تو ایک ہزار کافروں پر غلبہ پا جائیں گے۔ اس وجہ سے کہ وہ نا سمجھ لوگ ہیں''

اقبال اس منشائے رُبانی کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا (۴۳)

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب ، ایک کلیم سر بکف (۴۴)

نہ ہو نومید، نومیدی زوال علم وعرفاں ہے
اُمیدِ مردِ مومن ہے خدا کے راز دانوں میں (۴۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید ونصرت کے لیے ایمان کی شرط لازم کی ہے۔ حقیقی معنوں میں اگر اللہ پر ایمان واعتقاد ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ مجاہدین کو کفار ومشرکین پر غلبہ عطا کرتا ہے۔

وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۴۶)

''اور سستی نہ کرو اور غمگین نہ ہو تم ہی غالب رہو گے اگر (کامل) مومن ہو''

یہی وجہ ہے کہ بظاہر یہ آسان کام حقیقت میں بہت مشکل ہوتا ہے بقول علامہ اقبالؒ:

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم (۴۷)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کا فریضہ ادا کرنے والے مومن جو عزم و ہمت سے میدانِ کارزار میں اترتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہوتا ہے،تاریخ شاہد ہے کہ بہت سی چھوٹی جماعتیں تائید ایزدی سے بڑی افواج پر غالب آ گئیں۔غزوہ بدر اس کی روشن مثال ہے اللہ تعالیٰ اس بات کی یقین دہانی قرآن مجید میں ان الفاظ میں کرواتا ہے۔

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (۴۸)

''بہت سی قلیل جماعتیں کثیر جماعتوں پر غالب آ گئیں اللہ کے حکم سے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''

علامہ اقبالؒ مسلمان جوانوں کو اپنے اسلاف کے کارناموں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں:

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اُس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا (۴۹)

جہاد کا بنیادی مقصد ہی دینِ اسلام کی سربلندی اور رضا الٰہی کے حصول کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔ اور جو لوگ میدان کارزار میں اپنی جان و مال سے دفاعِ اسلام کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے صف آراء ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی انہیں اپنا محبوب قرار دیتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (۵۰)

''بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں''

اقبالؒ اسی مفہوم کو مزید واضح کرنے کے لیے مثال دیتے ہیں کہ وہ مسلمان جو آپس میں ایک جسم کی مانند اور ایک دوسرے کے ہمدرد وغمگسار ہوتے ہیں، اگر کفار کے مقابلے میں صف بند ہوں تو یہی مسلمان تائید ایزدی سے فولاد کی طرح مضبوط نظر آتے ہیں جس سے ٹکرا کر طاغوتی طاقتیں پاش پاش ہو جاتی ہیں:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن (۵۱)

دینِ اسلام اور کفر کی اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو نور سے تشبیہ دی ہے جسے طاغوتی طاقتیں مختلف حربوں سے بجھانے کی کوشش میں مصروف ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت کے سامنے ان کی تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی اور اللہ تعالیٰ اپنے اس نور کو درجۂ کمال تک پہنچائے گا۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (۵۲)

''وہ اپنے منہ سے (پھونکیں مار کر) اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافر کتنا ہی بُرا منائیں۔''

اسی آیت کی بہترین ترجمانی کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

کیوں ہراساں ہے صہیلِ فرسِ اعدا سے
نُورِ حق بُجھ نہ سکے گا نفسِ اعدا سے (۵۳)

جب کوئی مجاہد یا مومن دین حق کی سربلندی اور ترویج کے لیے کوشاں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حامی ومددگار بن جاتا ہے اور اس کی ہر کوشش یا جدوجہد کو تائید ایزدی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نبی معظم ﷺ سے حدیث قُدسی روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''واذا احببتہ: کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصربہ' ویدہ الذی یبطش بھا، ورجلہ یمش بھا'' (۵۴)

''اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے''

علامہ اقبالؒ نے اس حدیث قدسی کی بہترین ترجمانی کرتے ہوے بندۂ مومن کے ہاتھ کو اللہ کے ہاتھ کا مترادف قرار دیا ہے جس سے وہ تمام امور کی انجام دہی کرتا ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں ، کارکشا ، کارساز (۵۵)

جہادِ کشمیر:

کشمیری مسلمانوں پر عرصہ دراز سے مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ باوجود اس کے کہ کشمیر میں مسلمان اکثریت میں ہیں مگر پہلے انگریزوں اور اب ہندوؤں نے انہیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔ مطالب اقبال کے مؤلف کے مطابق:

''کشمیر برصغیر کی متنازعہ ریاست ہے جس میں مسلمانوں اکثریت ہے انگریزوں نے اسے ڈوگروں کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ اور قیام پاکستان کے وقت ہندوستان نے اس پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔ اقوام متحدہ نے فیصلہ کیا کہ استصوابِ رائے سے ریاست کی قسمت کا فیصلہ کیا جائے، لیکن بھارت اب تک اس میں روڑے اٹکا رہا ہے۔ اقبال نے کشمیر کی مظلومیت پر بہت آنسو بہائے ہیں۔ جیسے:

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایران صغیر (۵۶)

کشمیر پر نہ صرف اقوام متحدہ اور عالمی برداری نے چشم پوشی اور خاموشی اختیار کر رکھی ہے بلکہ پاکستانی حکومتوں نے بھی سنجیدگی سے اس مسئلہ کے حل کے لیے لائحہ عمل مرتب نہیں کیا۔ اور کشمیروں کی مدد کی بجائے طفل تسلیوں سے وقت ضائع کرتی رہیں۔ (۵۷)

علامہ اقبالؒ کے افکار کا جائزہ لیں تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہی باتیں ان اشعار میں کہتے ہیں کہ عزم و ہمت اور جہد مسلسل سے ہی آزادی کا حصول ممکن ہے۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں (۵۸)

دلِ مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ (۵۹)

سُرور جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
تُو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے (۶۰)

بحیثیت مسلمان ہمارا فریضہ ہے کہ مظلموں اور بے بسوں کی مدد کریں اور ایسا نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ تنبیہ فرماتا ہے۔

وَ مَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَاوَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّاوَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا(۶۱)

''اور (مسلمانو!) تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں نہ لڑو حالانکہ بے بس کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے وہ ہیں جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور اپنے پاس سے ہمارے لیے کوئی سازگار بنا دے اور کر دے کسی کو اپنی طرف سے ہمارا مددگار''

علامہ اقبالؒ کے آباؤ اجداد کا تعلق کشمیر سے تھا، لہٰذا ان کا کشمیر کی حالت زار پر غمگین اور پریشان ہونا فطری امر تھا۔ لاہور میں موجود کشمیری مسلمانوں کے ساتھ ان کے اچھے مراسم قائم تھے۔''۱۰ جنوری ۱۹۰۹ء کو کشمیری مسلمانان لاہور کا اجلاس بلایا گیا جس میں اقبال بھی ایک رکن کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ ۲۲ جنوری کو سب کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں ایک انجمن بنام ''انجمن کشمیری مسلمانان لاہور'' قائم کی گئی۔ ۶ فروری کو اس انجمن کے عہدہ داروں کا انتخاب ہوا اور اقبال اس کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے''(۶۲)

علامہ اقبالؒ وسعت نظر رکھتے تھے اور پوری ملتِ اسلامیہ کی فلاح و بہبود ان کے پیش نظر تھی۔ اس کے باوجود کشمیر اور کشمیری مسلمانوں کے لیے خاص طور پر دردِ دل رکھتے تھے۔ ان کی ابتدائی نظموں میں یہ رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ جگن ناتھ آزاد ''اقبال اور کشمیر'' میں اس کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

سر محمد اقبال اگرچہ آج سارے جہاں کو اپنا وطن سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ سارے جہاں میں کشمیر کا چھوٹا سا ملک جو بارہ تیرہ لاکھ فاقہ کشوں کا وطن ہے کیا حیثیت رکھتا ہے۔ تاہم آپ نے اپنے وطنِ قدیم کے لحاظ سے اس غریب ملک اور اس غریب قوم کے لیے اپنے اس قلب میں جو سمندر سے بھی زیادہ وسیع ہے تھوڑی بہت جگہ ضرور دی ہے۔ جو نظمیں آپ کی سب سے پہلے کسی اخبار یا رسالے کی زینت ہوئیں وہ کشمیر اور کشمیریوں ہی کے متعلق ہیں۔ انگلستان سے واپس آ کر آپ پہلے کشمیری انجمن اور اس کے بعد آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کے سیکرٹری قرار پائے''(۶۳)

محمد دین فوق کی زیر ادارت چھپنے والے رسالے ''کشمیری میگزین'' اکتوبر ۱۹۰۹ء میں اقبال کے آٹھ قطعات ''رباعیات اقبال'' کے عنوان سے شائع ہوئے، جو اس سے قبل ۱۹۰۱ء کے ''کشمیری گزٹ'' میں بھی شائع ہو چکے تھے، ان میں علامہ اقبالؒ نے کشمیر کی حالت زار کا ذکر کیا ہے جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کشمیری عوام کتنے طویل عرصہ سے ظلم و استبداد کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ان میں سے صرف دو

رباعیات پیشِ خدمت ہیں۔

پنجۂ ظلم و جہالت نے برا حال کیا
بن کے مقراض ہمیں بے پر و بے بال کیا
توڑ اس دستِ جفاکش کو یا ربّ جس نے
روح آزادیٔ کشمیر کو پامال کیا
کشمیر کا چمن جو مجھے دلپذیر ہے
اس باغِ جانفزا کا بلبل اسیر ہے
ورثے میں ہم کو آئی ہے آدمؑ کی جائیداد
جو ہے وطن ہمارا وہ جنت نظیر ہے (۶۴)

مسلم کانفرنس کشمیری مسلمانوں کی ایک نمائندہ جماعت تصور کی جاتی تھی اُس کے اجلاسوں میں علامہ اقبالؒ شرکت کرتے اورتحریک آزادی کشمیر کی ترجمانی اپنی نظم ونثر سے کرتے۔ ۲۱ مارچ ۱۹۲۳ء لاہور میں منعقدہ مسلم کانفرنس کے صدارتی خطبہ میں تحریک آزادی کی بھرپور تائید کرتے ہوئے فرمایا۔

'' جہاں تک کشمیر کا تعلق ہے۔ مجھے ان واقعات کے تاریخی پس منظر میں جانے کی ضرورت نہیں جو حال ہی میں رونما ہوئے ہیں۔ ایسی قوم کا دفعتاً جاگ اٹھنا جس میں شعلۂ خودی بجھ چکا ہو،غم اور مصائب کے باوجود ان لوگوں کے لیے مسرت کی بات ہے جو ایشیائی قوموں کی اندرونی کشمکش سے واقف ہیں۔ کشمیر کی تحریک انصاف پر مبنی ہے اور مجھے کوئی شبہ نہیں ہے کہ ایک ذہین اور صناع قوم میں اپنی حیثیت کا احساس ، نہ محض ریاست بلکہ تمام ہندوستان کے لیے طاقت کا باعث ہوگا''(۶۵)

اقبالؒ کے اس خطبہ کی ترجمانی اقبالؒ کے اس شعر میں بھی واضح نظر آتی ہے۔

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوح الامین پیدا (۶۶)

تحریک آزادی کشمیر کے رہنماؤں پر انگریزوں کی طرف سے ظلم وستم اور قید وبند کی سختیوں پر اقبالؒ کو شدید صدمہ ہوتا۔ ان رہنماؤں پر چلائے جانے والے مقدمات کی نوعیت اور احوال کے بارے میں جاننے کے لیے وکلاء اور احباب سے خط وکتابت ہوتی رہتی اور ران کو اپنی مفید آراء سے نوازتے رہتے۔

''ان خطوط سے رہنمایان کشمیر کے مقدمے کے ساتھ اقبال کی دلچسپی اور ان کا دلی اضطراب اظہر من الشمس ہے۔ اقبال نے کشمیر میں ایک جمہوری نظام لانے کے لیے خود قید و بند کو دعوت دی ہو یا نہ دی ہو لیکن جہاں تک تعلق اس تحریک کی کامیابی کے لیے جہاد بالقلم کا تعلق ہے تحریک آزادی کشمیر کے تعلق سے اقبال کی خدمات، کشمیر کے آسمان سیاست پر چاند ستاروں کی طرح چمکتی رہیں گی''(٦٧)

کشمیری مسلمانوں کے جذبۂ حریت کی بھرپور عکاسی اقبالؒ کے اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔

جس خاک کے ضمیر میں ہے آتشِ چنار
ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاکِ ارجمند (٦٨)

کسی بھی تحریک کی کامیابی کا انحصار تحریک کے کارکنان کے درمیان اتحاد و یگانگت پر ہوتا ہے۔ قطرے قطرے سے دریا بن جاتا اور دریا سمندر میں شامل ہو کر ایک طوفان برپا کرنے والی موج کی صورت اختیار کر لیتا ہے:

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں (٦٩)

تحریکِ آزادئ کشمیر میں مختلف سیاسی جماعتوں کا وجود تحریک میں کمزوری و انتشار کا باعث بن رہا تھا۔ وحدت ملی کا درس دیتے ہوئے اقبالؒ کہتے ہیں۔

''میں مسلمانان کشمیر سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ ان تحریکوں سے خبردار رہیں جو ان کے خلاف کام کر رہی ہیں۔ کشمیر میں بیک وقت دو یا تین اسلامی سیاسی جماعتوں کے کام کرنے کا وقت نہیں۔ وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ریاست میں مسلمانوں کی نمائندہ صرف ایک ہی جماعت ہو۔ کشمیر کو جب تک ایک سیاسی خیال پر متفقہ جماعت حاصل نہ ہوگی ریاست کے لوگوں کے مفاد کی ترقی کے لیے لیڈروں کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوسکتی''(٧٠)

اقبالؒ کو کشمیر جانے کا بہت شوق تھا جس کا ذکر ان کے کشمیری رہنماؤں کے نام لکھے گئے خطوط میں جابجا ملتا ہے۔ جون ١٩٢١ء میں منشی سراج الدین کی دعوت پر بعض معاملات میں قانونی مشورے کے لیے سری نگر تشریف لے گئے اور تقریباً دو ہفتے سری نگر میں قیام کیا جس میں انہیں کشمیر کی سیر و سیاحت کا موقع بھی میسر آیا۔ اور یہ ان کا پہلا اور آخری سفر ثابت ہوا۔ قیام کے دوران آپ نے کشمیر پر بہت سے اشعار کہے۔ ان میں ایک نظم ''ساقی نامہ'' نشاط باغ کی سیر کے موقع پر لکھی جس میں نہ صرف قدرتی مناظر کی بہترین عکاسی کرتے ہوئے

اسے جنت نظیر وادی قرار دیا ہے، بلکہ تحریکِ آزادی اور کشمیریوں کے مصائب کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔فنی محاسن کے اعتبار سے یہ نظم کمال کی بلندیوں کو چھوتی نظر آتی ہے۔اور اقبال کے فارسی مجموعۂ کلام پیام مشرق کے اوراق کی زینت بنی ہے۔(۷۱)

اسی طرح اقبال کے ایک دوسرے مجموعہ کلام ''جاوید نامہ'' میں کشمیر کی حالت زار کی بہترین عکاسی ''آں سوئے افلاک'' کی مختلف نظموں میں نظر آتی ہے نظم کے مطالعہ سے قاری خود کو شریکِ حال تصور کرتا ہے۔اس میں اقبالؒ عظیم شاعر غنی کشمیری کے افکار سے بھی متاثر نظر آتیہیں۔(۷۲)

علامہ اقبالؒ کشمیر کی آب وہوا اور ماحول کی عکاسی کے لیے ایک نظم ''ملا زادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض'' کا سہارا لیتے ہیں اور ان کے افکار کو اپنے الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پانی تیرے چشموں کا تڑپتا ہوا سیماب
مُرغانِ سحر تیری فضاؤں میں ہیں بیتاب
اے وادی لولاب!
گر صاحبِ ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب
دیں بندۂ مومن کے لیے موت یا خواب
اے وادی لولاب (۷۳)

ایسی تحریروں سے اقبالؒ کا مقصد یہ تھا کہ کشمیریوں کے اندر جوش وجذبۂ حریت کو ابھارا جائے تا کہ وہ آزاد فضا میں سکھ کا سانس لے سکیں۔

جہادِ فلسطین:

انگریزیوں نے ایک سازش کے تحت سلطنتِ عثمانیہ کا خاتمہ کر کے عربوں کے اندر عصبیت کے جذبہ اُبھارا اور سرزمین عرب کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تبدیل کر دیا۔دنیا کے مختلف علاقوں سے یہودیوں کو لا کر فلسطین میں آباد کرنے کے لیے فلسطینی مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا، اور ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے۔

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ(۷۴)

وہ (مسلمان) جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔

فلسطینی مسلمان اس ظلم واستبداد کے خلاف علمِ جہاد بلند کیے ہوئے ہیں اور اپنے غصب شدہ حقوق کے حصول کے لیے دن رات سرگرم عمل ہیں ایسے جہاد کو جو ظلم واستبداد کے خلاف اور حصولِ حقوق کی خاطر کیا

جائے مدافعانہ جہاد کا نام دیا جاتا ہے اور اس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس آیت میں عطا کی ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ(۷۵)

(جہاد کی) اجازت دے دی گئی ان مسلمانوں کو جن سے (ناحق) قتال کیا جاتا ہے۔اس وجہ سے کہ ان پر ظلم ہوا۔

ظاہری مال واسباب کی کمی کے باوجود فلسطینی مجاہدین جذبہ جہاد سے سرشار نظر آتے ہیں اور اپنے غصب شدہ حقوق کے حصول کے لیے تن من دھن کی بازی لگا رہے ہیں اور اسرائیلی حکومت کو چین کی نیند سونے نہیں دیتے۔اقبال ایسے جانباز نوجوانوں کو شاہین سے تشبیہ دیتے ہوئے خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور ان کے لہو کو گرماتے ہیں:

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسمانوں میں (۷۶)

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ (۷۷)

ظلم وستم کی یہ داستان ہر دور میں نظر آتی ہے اور حق وباطل کا تصادم مختلف انداز سے تاریخ رقم کر رہا ہے۔کبھی آدم وابلیس، کبھی ابراہیم ونمرود، کبھی موسیٰ وفرعون، کبھی محمدؐ رسول اللہ اور ابولہب کی صورت میں۔اور فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔اقبال اسی داستان "مقابلۂ حق وباطل" کو یوں بیان کرتے ہیں۔

موسیٰؑ و فرعون و شبیرؓ و یزید
ایں دو قوت از حیات آید پدید (۷۸)

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی
اسی کشاکش پیہم سے زندہ ہیں اقوام
یہی ہے رازِ تب و تابِ ملتِ عربی (۷۹)

عرب حکمران جو استعماری قوتوں کی سرپرستی میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حکمران بنے اپنے محسنوں کے خلاف کسی قسم کا راست قدم اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔نسل در نسل بادشاہت کی حفاظت کے لیے

فلسطینیوں پر ہونے والے مظالم پر چشم پوشی اور مصلحت کوشی سے کام لے رہے ہیں۔عوام کو خوش کرنے اور ان کے دل بہلانے کے لیے کبھی کبھار ہمدردی اور اظہار یکجہتی کا بیان جاری کر دیتے ہیں،مگر جذبۂ جہاد جیسی صفات سے عاری نظر آتے ہیں۔اقبالؒ نے ایسے حکمرانوں اور بادشاہوں کو فریب خوردہ شاہین سے تشبیہ دی ہے۔

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
اُسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہ بازی (۸۰)

اور یہ رویہ نہ صرف آج کے حکمرانوں کا ہے بلکہ تقریبا سو سال سے مسلط عرب حکمران عیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فلسطینیوں کو طفل تسلیوں سے خوش کرنے میں مصروف ہیں اور اقبال نے عرب باشندوں کو حکمرانوں کے مکر وفریب سے اُسی وقت سے باخبر رکھنے کی کوشش کی۔لاہور میں ۲۷ جولائی ۱۹۳۷ء کو صوبائی مسلم لیگ پنجاب کے زیر اہتمام فلسطینیوں سے اظہار یکجہتی کے لیے منعقدہ جلسہ میں علامہ اقبالؒ اپنی علالت کی وجہ سے خود تشریف نہ لا سکے مگر ایک پیغام کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

''عربوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اب وہ ان عرب بادشاہوں پر اعتماد نہیں کر سکتے جو مسئلہ فلسطین کے متعلق ایک آزادانہ اور ایماندارانہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں۔عربوں کا یہ فیصلہ پورے غور وخوض کے بعد ایک آزاد فیصلہ ہونا چاہیے جس کے لیے انہیں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر پوری پوری ضروری معلومات میسر ہونی چاہیں''(۸۱)

عرب ممالک کے سربراہان اس مسئلہ کے حل کے لیے کبھی یورپ اور کبھی امریکہ سے مدد کے طلبگار ہوتے ہیں،جو مختلف طریقوں اور تجویزوں سے اسرائیل کی بالادستی کو قائم کرنے میں کوشاں نظر آتے ہیں۔انہیں مسلم قوم پر ہونے والے مظالم بند کروانے کی بجائے نہتے مسلمانوں کی فدایانہ جدو جہد کو ختم کروانے کی فکر لاحق ہوتی ہے۔اقبالؒ مسلمان حکمرانوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تری دوا نہ جنیوا میں ہے، نہ لندن میں
وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے (۸۲)

فرنگ سے بہت آگے ہے منزلِ مومن
قدم اٹھا! یہ مقام انتہائے راہ نہیں (۸۳)

فلسطینیو اں ہوں یا کم سن بچے مگر جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت میں سرگرم نظر آتے ہیں اور اسرائیلی ٹینکوں اور توپوں کے آگے سینہ سپر دکھائی دیتے ہیں:

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی (۸۴)

خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقامِ حیات
کہ عشق موت سے کرتا ہے امتحانِ ثبات (۸۵)

حیات است در آتشِ خود تپیدن
خوش آں دم کہ ایں نکتہ را بازیابی (۸۶)

فلسطین کی تحریکِ آزادی بے شمار قربانیوں اور شہادتوں سے عبارت ہے۔ اقبالؒ مجاہدینِ اسلام کی جرأت و ہمت پر رشک کرتے ہیں اور بے سروسامانی کے باوجود جہاد فی سبیل اللہ اور شوقِ شہادت پر محو حیرت ہیں۔

یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر (۸۷)

ایسے ہی مجاہدین اور جانباز نوجوانوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے اور جذبۂ جہاد ابھارتے ہوئے اقبالؒ کہتے ہیں۔

اس دور میں بھی مردِ خدا کو ہے میسر
جو معجزہ پربت کو بنا سکتا ہے رائی (۸۸)

فلسطینیوں کی تحریکِ آزادی کو دبانے اور اسرائیل کی جارحیت کو تحفظ دینے کے لیے سامراجی طاقتوں کی طرف سے یہ منطق پیش کی جاتی ہے کہ فلسطین اور القدس الشریف یہودیوں کا قدیم وطن ہے اور وہاں قیام کرنے کا استحقاق یہودیوں کو حاصل ہے۔ اقبال اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اگر اس اصول کو تسلیم کرلیا جائے تو پھر سامراجی طاقتیں سپین میں، جہاں مسلمان طویل عرصہ مقیم رہے ہیں، وہاں عرب مسلمانوں کا حق کیوں تسلیم نہیں کرتیں۔

ہے خاکِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا (۸۹)

ان تمام مسائل ومشکلات کے باوجود فلسطینی پُر عزم ہیں اور القدس الشریف کی آزادی کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان خصوصاً عرب حکمران اپنی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر خلوصِ نیت کے ساتھ فلسطینیوں کی ہر طرح سے مدد کریں اور القدس الشریف کی آزادی کے لیے جد وجہد کریں تو یقیناً اس مقصد میں کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔ اقبالؒ اس مقصد میں کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوتے ہیں۔

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے
اُسے بازوئے حیدرؓ بھی عطا کر (۹۰)

الغرض اقبال کی شاعری اور افکار سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اسلام کے بارے میں ان کا عمیق مطالعہ اور گہری نظر تھی اور وہ مسلمانوں میں صحیح اسلامی روح پیدا کرنے میں کوشاں رہے۔ ان کے خیال میں مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر ایک زندہ قوم کی حیثیت سے اپنی اہمیت وحیثیت کو پہچانیں اور اپنی توانائیاں دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے صرف کریں تاکہ دنیا میں اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرسکیں۔

حواشی

۱۔ التوبۃ ۹:۳۳

۲۔ المائدہ ۵:۳

۳۔ النساء ۴:۷۶: یہاں اگر چہ جنگ کو شیطانی عمل قرار دیا گیا۔ بلکہ شیطان کے دوستوں اور ساتھیوں سے لڑنے کے لیے کہا گیا ہے۔جس سے ضمنی طور پر بے مقصد جنگ کی بے مقصد جنگ کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔

۴۔ عبد الواحد، سید، اقبال فکر اور فن (لاہور: ابو ذر پبلیکیشنز، ۲۰۰۸ء) ص ۳۱

۵۔ اقبال، علامہ ڈاکٹر محمد، کلیات اقبال اردو (لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۹۵ء) ص ۲۳۶

۶۔ معینی، سید عبد الوحید، مقالات اقبال (لاہور: اشرف پریس، ۱۹۶۳ء) ص ۱۱۹

۷۔ اقبال، علامہ ڈاکٹر محمد، کلیات اقبال اردو، ص ۲۷۷

۸۔ اقبال، علامہ ڈاکٹر محمد، کلیات اقبال اردو ص ۵۷۳

۹۔ اقبال، علامہ ڈاکٹر محمد، کلیات اقبال اردو ص ۲۶۸

۱۰۔ سید الواحد، اقبال فکر اور فن (محولا بالا) ص ۲۲۔۲۳

۱۱۔ کلیات اقبال اردو ص ۵۴۷

۱۲۔ ایضاً ص ۲۲۹

۱۳۔ التوبۃ ۹:۴۱

۱۴۔ البقرہ ۲:۲۱۶

☆ (الازہری، پیر محمد کرم شاہ، تفسیر ضیاء القران (لاہور ضیاء القرآن پبلیکیشنز ۱۳۹۸ء جلد اوّل ص ۱۴۶۔۱۴۷

۱۵۔ غلام نصیر، شیخ، وقت کی پکار الجہاد (لاہور: جنگ پبلیشرز، ۱۹۹۹ء) ص ۳۲

۱۶۔ کلیات اقبال اردو ص ۳۶۹

۱۷۔ ایضاً ۴۳۲

۱۸۔ الحج ۲۲:۷۸

۱۹۔ کلیات اقبال اردو ص ۴۲۸

۲۰۔ ایضاً ص ۴۸۷

۲۱۔ الانفال ۸:۶۰

۲۲۔ کلیات اقبال اردو ص ۷۴۱

۲۳۔ ایضاً ص ۳۰۰

۲۴۔ ایضاً ص ۲۴۰

۲۵۔ النساء ۴:۹۵

۲۶۔ کلیات اقبال اردو ص ۴۸۶

۲۷۔ الطلاق ۶۵:۳

۲۸۔ کلیات اقبال اردو ص ۳۷۰

۲۹۔ ایضاً ص ۳۰۲

۳۰۔ الانفال ۸:۱۵

۳۱۔ کلیات اقبال ص ۵۸۶

۳۲۔ التوبۃ ۹:۱۱۱

۳۳۔ کلیات اقبال ص ۴۳۲

۳۴۔ البقرہ ۲:۱۵۴

۳۵۔ آل عمران ۳:۱۶۹، ۱۷۰

۳۶۔ کلیات اقبال اردو ص ۲۶۰

۳۷۔ ایضاً ص ۲۸۲

۳۸۔ النساء ۴:۶۹

۳۹۔ کلیات اقبال اردو ص ۳۵۳

۴۰۔ التوبۃ ۹: ۸۸۔۸۹

۴۱۔ کلیات اقبال ص ۴۷۷

۴۲۔ الانفال ۸:۶۵

۴۳۔ کلیات اقبال اردو ص ۷۱۴

۴۴۔ ایضاً ص ۳۷۳

۴۵۔ ایضاً ص ۴۴۷

۴۶۔ آل عمران ۳:۱۳۹

۴۷۔ کلیات اقبال اردو ص ۲۳۳

۴۸۔ البقرہ ۲:۲۴۹

۴۹۔ کلیات اقبال اردو ص ۲۰۷

۵۰۔ الصف ۶۱:۴

۵۱۔ کلیات اقبال اردو ص ۵۵۸

۵۲۔ الصف ۶۱:۸

۵۳۔ کلیات اقبال اردو ص ۲۳۵

۵۴۔ بخاری، ابوعبید اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع (بیروت: دار ابن کثیر، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء) جلد ۵ ص ۲۳۸۴ حدیث ۶۱۳۷

۵۵۔ کلیات اقبال اردو ص ۴۲۴

۵۶۔ داؤدی، مقبول انور: مطالب اقبال ۱۹۸ (کلیات اقبال اردو ص ۴۳۹ ۷)

۵۷۔ غلام نصیر، شیخ، وقت کی پکار الجہاد ص ۱۱۴

۵۸۔ کلیات اقبال اردو ص ۵۹۵

۵۹۔ ایضاً ص ۵۴۹

۶۰۔ ایضاً ص ۵۶۶

۶۱۔ النساء ۴:۷۵

۶۲۔ آزاد، جگن ناتھ، اقبال اور کشمیر (لاہور: مکتبہ علم و دانش، ۱۹۹۳ء) ص ۵۵

۶۳۔ ایضاً ص ۴۴، ۴۵

۶۴۔ ایضاً ۸۹

۶۵۔ محمود عاصم، اقبال کے ملی افکار (لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۷۷ء) ص ۷۸، ۷۹

۶۶۔ کلیات اقبال اردو ص ۳۰۱

۶۷۔ آزاد، جگن ناتھ، اقبال اور کشمیر ص ۱۳۹

۶۸۔ کلیات اقبال اردو ص ۴۴۲ ۷

۶۹۔ ایضاً ۲۱۷

۷۰۔ آزاد، جگن ناتھ، اقبال اور کشمیر ص ۱۵۰

۷۱۔ ملاحظہ ہو: اقبال، علامہ، محمد، پیام مشرق (لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۵) ص ۱۱۵

۷۲۔ ملاحظہ ہو: اقبال، علامہ، محمد، جاوید نامہ (لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۵) ص ۱۵۱۔۱۹۶

۷۳۔ کلیات اقبال اردو ص ۷۳۷

۷۴۔ الحج ۲۲: ۴۰

۷۵۔ الحج ۲۲: ۳۹

۷۶۔ کلیات اقبال اردو ص ۴۴۷

۷۷۔ ایضاً ص ۴۹۵

۷۸۔ اقبال، علامہ اقبالؒ اسرار و رموز (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۷۵ء) ص ۱۱۰

۷۹۔ کلیات اقبال اردو ص ۲۵۱

۸۰۔ ایضاً ص ۳۵۵

۸۱۔ محمود عاصم، اقبال کے ملی افکار ص ۱۲۹

۸۲۔ کلیات اقبال اردو ص ۶۷۱

۸۳۔ ایضاً ص ۶۹۰

۸۴۔ ایضاً ص ۳۷۰

۸۵۔ ایضاً ص ۷۲۵

۸۶۔ ایضاً ص ۷۴۳

۸۷۔ ایضاً ص ۲۴۳

۸۸۔ ایضاً ص ۶۸۸

۸۹۔ ایضاً ص ۶۶۸

۹۰۔ ایضاً ص ۴۴۹